مولانا مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ

اپنے خطوط کے آئینہ میں

از

مولانا انظر شاہ کشمیری رحمہ اللہ

اگست 1956ء

مولٰنا مناظر احسن گیلانی

اپنے خطوط کے آئینہ میں

(از قلم مولٰنا سید محمد انظر شاہ کشمیری)

هدا الخالون عن شجوی فناموا + وعینی لا یلائمها منام
وما سهری لانی مستهام + اذا ارق المحب المستهام
ولکن الحوادث ارقتنی + فلی سهر اذا هجد النیام

حضرت الاستاذ مولٰنا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سانحۂ ارتحال کے بعد یہ دوسرا جانگسل حادثہ ہے جس کا مہیب تاثر متاع سکون کے لئے صاعقہ اور جس کے جاں سوز اثرات، سرمایۂ اطمینان کے لئے برق تپاں ثابت ہوئے۔ یہ واقعہ ہے کہ حضرت الاستاذ علامہ مناظر احسن گیلانی کی موت سے "دیوبندی حلقے کا ایک کامیاب قلم ٹوٹ گیا"، اور یہ بھی سچ ہے کہ ان کی وفات سے ہندوستان کے علمی حلقوں میں جو خلاء پیدا ہوا ہے اب اس کا اسی انداز میں پُر ہونا صرف مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن نظر آتا ہے۔ کم و بیش چالیس سال جس کا قلم متحرک رہا، اور جس کے قلمی کارناموں سے ہندوستان کے علمی و سنجیدہ حلقے گونجتے رہے، اچانک علم و تحقیق کا وہ چشمہ خشک ہوگیا اور ایک مخصوص طرز انشاء کا موجد، بلکہ صاحب طرز ادیب کی رحلت سے بزم علم سونی ہوگئی ؎

صد حیف کہ زمزموں کا تسلسل نہیں رہا
سونا پڑا ہے باغ کہ بلبل نہیں رہا

وہ اپنے دائرۂ فکر و نظر میں ایک ایسی انفرادیت کے حامل تھے جس کا رنگ نہ کسی ادیب کی نگارشات میں دکھائی دیتا ہے اور نہ اس کی جھلک کسی اہل قلم کی تحریروں میں نظر پڑتی ہے، علمی تحقیقات کو ایک خاص انداز میں پیش کرنے اور وسیع معلومات کو ایک اچھوتے اسلوب میں ڈھالنے کا جو سلیقہ ان کو عطا کیا گیا تھا آج انہیں کے ساتھ گیلانی کے ایک گوشہ میں دفن ہوگیا، ذہانت و ذکاوت کے ساتھ، یادداشت اور قوت حافظہ کی جن بے نظیر وسعتوں سے مولٰنا کا دامن علم لبریز تھا اسی کا نتیجہ تھا کہ بالکل قلم برداشتہ، اور ارتجالاً کسی بھی موضوع پر تحقیقات کا وہ انبار لگا دیتے اور اپنی تحریروں کو علمی حوالوں سے بے تکلف مزین و آراستہ کرتے جاتے تھے، ان کی تحریروں کو دیکھنے کے بعد معلوم ہوتا کہ ان کا دماغ علوم و کمالات کی ایک الماری ہے جو ہر وقت کھلی ہوتی ہے، یا پھر کوئی مبسوط و متنوع مضامین سے لبریز کتاب ہے جس کے صفحات مولٰنا کے سامنے کھلے ہوئے ہیں اور وہ جب چاہتے ہیں تحقیق و معلومات کے ان گرانمایہ موتیوں کو نوک قلم پر اٹھا کر صفحات پر بکھیرتے چلے جاتے ہیں، نیز واقعات سے حیرت انگیز استنباطات، اور

مصنف کی تحریر سے دلآویز و دلچسپ موشگافیاں ان کا خاص ملکہ اور مخصوص حصہ تھا، کم از کم اس طرز میں اس پایہ کی شخصیت اس فقیر کی نظر میں اب کوئی نہیں۔

ہندوستان کے مشہور مصنفین اور ممتاز اہل قلم کی تحریریں اور تصانیف کو دیکھنے کا موقع ملا لیکن مولانا گیلانی کی انشاء میں جو دیکھا اور پایا بلا مبالغہ اس "طرز" سے سب ہی خالی نظر آئے، وہ لوگ جو مولانا پر طول بیانی، اغلاق ابہام، بے ترتیبی و ژولیدہ بیانی کا الزام لگاتے ہیں (اگرچہ خاکسار کو ان اعتراضات میں سچائی کم، تعدی زیادہ نظر آتی ہے) بلکہ انہیں بے وقت کی راگنیوں کے مقابل میں سودا کا وہی جواب وردزبان ہوتا ہے جو اس باکمال سخنور نے ایسے ہی اعتراضات و نقائص ڈھونڈھ کر نکالنے والوں کو دیا تھا کہ ؎

سودا کے تئیں کہتے ہیں شاعر مغلق
کیا مصرع بے ربط کیا تو نے یہ تحریر

لیکن ان لوگوں کو بھی مولانا کی انشائی جدتوں کا مداح اور مخصوص انفرادیت کا ثنا خواں پایا۔ بلکہ بعض احباب تو یہ کہتے ہوئے سنائی دئے کہ ؎

"اس شخص کی تحریریں اس درجہ دلچسپ ہوتی ہیں
کہ ختم کئے بغیر چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا"

خود اپنا تو یہ حال ہے کہ مولانا کا انداز تحریر، طرز نگارش، ادب وانشاء کا دلنشیں اسلوب کچھ ایسا بھایا کہ اس مختصر قلمی زندگی کے سلسلہ تلمذ کو انہیں کے دامن علم و کمال سے وابستہ کرنے میں سعادت پائی، ہندوستان میں ادیب، صاحب طرز انشاء پرداز کم نہیں، بہت زیادہ ہیں، خصوصاً علامہ شبلی مرحوم، علامہ سید سلیمان ندوی، مولانا عبدالماجد دریابادی وغیرہم کہ یہ سب ہی انشائی زندگی کے لازوال نقوش اور نہ مٹنے والے نشان ہیں، لیکن سیدالمحترم مولانا گیلانی جس خصوصیت اور مقام کے مالک تھے وہ انہیں کے ساتھ ختم ہوگیا۔ خدا شاہد ہے کہ نہ موازنہ مقصود ہے اور نہ ان علوم و کمالات کی حامل ہستیوں کے عمق و گہرائی کو ناپنا مطلوب بلکہ اپنے دل اور دماغ پر جو اثرات قائم ہیں بلا کم و کاست انہیں کو بیان کرنا چاہتا ہوں بعض اہم عنوانات پر مولانا کے خامۂ عنبر شمامہ نے جو کچھ چھوڑا ہے اس کو دیکھ کر تو بے اختیار کہنا پڑتا ہے کہ مولانا اگر شعر کی زبان میں یہ دعویٰ کرتے تو یقیناً برمحل اور واقعہ کے مطابق ہوتا کہ ؎

بانگ قلم دریں شب تار
بس معنی خفتہ کرد بیدار

تقریباً دس سال سے ہندوستان کے بعض چیدہ اہل قلم اپنی تحریروں میں مرحوم کے عکس کو جس طرح اپنانے کی سعی و کاوش کر رہے ہیں اسی جدوجہد کو دیکھ کر اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مولانا کا طرز اپنے دامن میں جو بے پناہ دلچسپی رکھتا تھا اس کی ہمہ گیر خصوصیات دوسروں کو بھی متاثر کئے بغیر نہ رہ سکیں ؎

بہت بے اثر تم اسے جانتے تھے
زبانوں پہ ہے اب کہانی ہماری

اگرچہ ابھی تک کسی منتخب اہل قلم کی تحریر اسی رنگ میں ڈوبی ہوئی نظر نہیں آئی لیکن اس راہ میں جو کدو کاوش بعض ارباب فکر و نظر کر رہے ہیں، اس کو دیکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ ہندوستان کے علمی حلقوں میں مولانا مرحوم کو "صاحب طرز ادیب" تسلیم کرنے میں بخل سے کام نہیں لیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اب مخدوم گیلانی کی موت کے بعد سنجیدہ اہل قلم، ان کی انشاء اور مخصوص طرز کا اپنے اپنے رنگ میں تجزیہ کرکے مولانا کے اچھوتے اور شاداب طرز سے علمی حلقوں کو باخبر کریں گے۔

یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ اس بے بضاعت کو

مولٰنا مرحوم کی ذات گرامی سے جس درجہ عقیدت و نیاز ہے اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ کچھ عرصہ ان کی بابرکت و فیض بخش صحبت سے استفادہ کیا جاتا، اور اس خزانۂ علوم کے دُرِّ شاہوار کو باوجود اپنی تنگ دامنی کے سمیٹنے کی کوشش ہوتی۔ لیکن اسے بدقسمتی کہئے یا اتفاقات کہ مولٰنا مرحوم سے طویل ملاقات کا موقع نہ مل سکا، غالباً صرف ایک مرتبہ دارالعلوم کی مجلسِ شوریٰ کے موقع پر جب وہ "حیدرآباد" سے، رکن کی حیثیت سے شریک ہونے کے لئے تشریف لائے تھے تو ایک بہت ہی مختصر سی ملاقات ہوئی، جسکے نقوش نہایت اچھے ہوئے اور جس کا خاکہ بہت ہی دھندلا سا قلب و دماغ پر جاگزیں ہے، اسلئے ان کی سیرت و کردار پر کوئی خاص چیز جو تجربہ و مشاہدہ سے متعلق ہو، نہیں لکھی جاسکتی، اور واقعہ تو یہ ہے کہ مرحوم اپنی زندگی کے بہت سے سوانح و ادوار سے خود ہی مطلع کر گئے جس کے بعد اب ان کی حیات کا مرقع انہیں کی تحریروں سے تیار کرلینا بہت سہل اور آسان ہے۔

بہرحال کسی طویل شفاہی ملاقات سے محرومی کا تو افسوس ہے اور رہے گا، بلکہ اس سلسلہ میں تو اب اپنی حرماں نصیبی کے تصوّر سے بھی دل خون ہوتا ہے۔ تاہم اگر مکتوبات، انسانی زندگی کا آئینہ دار ہیں اور نجی خطوط سے شخصی کردار و اخلاق کو معلوم کرلینے کا اصول مسلم ہے تو فقیر نے مولٰنا گیلانی کے مکتوبات میں جس طرح ان کے کردار و اخلاق کو جلوہ گر پایا، اور جس طرح ان کی شمائل و خصائل کو نمایاں دیکھا، اسی کی روشنی میں ایک دھندلا سا خاکہ قلم سے کھینچنے کی کوشش کرتا ہوں

مولٰنا مرحوم جس پایہ کے محقق اور جس درجہ کے اعتمادی شخصیتوں میں سے تھے اس کا بداہۃً نتیجہ یہی ہونا چاہئے، کہ ان کے عقیدتمند و نیاز کیش ہزارہا ہزار کی تعداد میں ہوں، اور پھر ان ہزاروں عقیدت مندوں کے وسیع حلقے پر نظر ڈالنے سے قلب میں انانیت، دماغ میں رعونت خواہ مخواہ پیدا ہو، لیکن ان بدیہی نتائج کے برخلاف خاکسار نے ان کی تحریروں اور مکاتیب میں جو تواضع، انکسار، ہضم نفس اور سلامتی طبع پائی شاید ہی ہندوستان کے کسی اور مسند نشیں کمال کی یہ خصوصیت ہو۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ میرا ہی تجربہ ہے یا عموماً ان کی طرف سے اسی "کردار" کا اظہار ہوتا تھا۔

بہرحال اس بے بضاعت نے اپنے آپ کو ان کا ہمیشہ چھوٹا سمجھا اور اسی یقین کے ساتھ جب ان سے مراسلت کی نوبت آئی تو جواب میں حضرت مولٰنا اپنے آپ کو، "چھوٹوں کا بھی چھوٹا" پیش کرنے میں قطعاً عار محسوس نہ کرتے تھے، بلکہ انکسار و اخلاق کا ایسا مظاہرہ فرماتے جس کو دیکھ کر خود اپنی جگہ شرم و ندامت سے پانی پانی ہونا پڑتا۔ ایک مرتبہ احقر نے ایک عریضہ تحریر کیا، جواب میں تاخیر ہوئی، یاددہانی کے لئے مکرر لکھا گیا، تو حضرت مولٰنا جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

> "آپ کا نوازش نامہ کیا ملا کہ تھوڑی دیر کیلئے گویا پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی، حافظہ قطعاً مدد نہیں دے رہا ہے کہ یہ گستاخی آپکے اس خانہ زاد خادم سے کب صادر ہوئی کہ جواب اور وہ بھی آپ کے گرامی نامہ کا میری طرف سے نظر تغافل ہوا"

اسی گرامی نامہ کے اخیر میں مکرر تحریر فرمایا کہ:۔

> "گو خطوط کے جواب میں غیر معمولی طور پر کاہل ہوں لیکن آپ کے خط کا جواب بھی نہیں دیا گیا، ایسا یاد نہیں پڑتا، تاہم بشریت کے لوازم سے مستثنیٰ نہیں ہوں، کوئی صورت کبھی اگر ایسی پیش آئی ہو تو دست بستہ معافی کا طلبگار ہوں

آپ کے والد ماجد قدس اللہ سرہٗ کے
جو احسانات اس فقیر پر ہیں آپ لوگوں کی یاد
کے ساتھ وہ بھی یاد آجاتے ہیں، اُمید ہے
کہ آپ عفو و صفح سے ضرور کام لیں گے۔"

سُبحان اللہ معذرت کا کیا عجیب و غریب پیرایہ ہے جو ہر اعتبار سے اپنا مخدوم تھا وہی خادم کی شکل و صورت میں جلوہ فرما ہونے کی سعی کر رہا ہے، بلا شائبہ تکلف، اہل علم میں تو در کنار خود خانقاہ نشین رجال و اشخاص میں جو ان بلند اخلاق و شمائل کے حامل ہونے کے خاص طور پر اہل ہوتے ہیں، اس فروتنی و تواضع کا نمونہ خال، خال نظر آئے گا۔ میرا سب سے پہلا مکتوب جس میں حضرت مولٰنا سے قلمی کاروبار میں استفادہ کی درخواست کی گئی تھی، اسی کے جواب میں لکھا ہوا آیا کہ:۔

"جذبات سے لبریز آپ کا گرامی نامہ موجب
عزت افزائی ہوا، اپنے آستانے کے
اس خادم حقیر کے متعلق ایسا معلوم ہوتا ہے
کہ کچھ زیادہ حسن ظن آپ کے اندر پیدا ہو گیا
ہے، بہر حال پہلے بھی آپ کے برادر بزرگ مولٰنا
ازہر شاہ صاحب قیصر سے عرض کر چکا ہوں
اور وہی آپ کے آگے بھی دہراتا ہوں ؎
اِسی گھر سے ملا جو کچھ ملا ہے!
مری جھولی میں ورنہ کیا دھرا ہے"

مختصر یہ کہ اس سنگلاخ وادی میں ان کے قدم بڑے استوار و استقامت کے ساتھ جمے ہوئے نظر آتے ہیں، اس کے ساتھ مرحوم میں سیرت سازی، شخصیت بنانے، حوصلہ افزائی اور ہمت بڑھانے کی بے پناہ اور بڑی قابل قدر طاقت تھی، بلکہ نوجوانوں کی تربیت کا ان کو ایسا سلیقہ عطا کیا گیا تھا جو اُن کی انفرادیت کا ایک مستقل شعبہ ہے۔ اوروں کے متعلق تو کچھ کہنے کا مجھ کو حق نہیں لیکن جن تجرباتی مراحل سے خود گزر کے آیا ہوں اُن کا بیان نہ کرنا دیانت کے خلاف ہوگا غالباً اس فقیر کو قلم اُٹھانے کی جرأت بھی نہ ہوتی اگر مولٰنا مرحوم کے چند مکاتیب سے سرفراز نہ ہوتا، انہوں نے اپنے پہلے ہی مکتوب میں اِس تہی مایہ کو یہ باور کرایا کہ مجھ میں نہ صرف لکھنے لکھانے کی صلاحیت، بلکہ اس کاروبار کی اعلیٰ ترین صلاحیتوں سے دامنِ مراد لبریز ہے، من آنم کہ من دانم، وبل الانسان علیٰ نفسہٖ بصیرۃ۔ لیکن ان کی اس تربیت و امداد کا یہ نتیجہ ضرور ہوا کہ ایک بے بضاعت و بے مایہ کو کم از کم ہاتھ میں قلم اٹھانے کی ہمت ہوئی، خام و ناپختہ کار نوجوانوں کی ہمت افزائی کا یہ عجیب و غریب طرز شاید ہی کسی اور شخصیت کا امتیاز ہو۔

چند مکتوبات کے بعد جب اصلاح کی درخواست کی گئی تو انہوں نے لکھا کہ:۔

"ہر شخص کے رجحان، افتادِ طبع، اُس کی
اندرونی صلاحیتوں کی نوعیت کو معلوم کرنے
کے لئے صرف چند سطریں ارباب نظر کے
نزدیک کافی ہوتی ہیں، خاکسار نے آپ کی
کوئی مستقل تحریر تو نہیں دیکھی ہے صرف
متعدد مکاتیب ہی سے سرافراز ہوا ہوں،
لیکن ان خطوط میں بھی جو کچھ میں نے پایا ہے
اُس کی بُنیاد پر میں کہہ سکتا ہوں کہ "اسلام"
کی خدمت قلم کی راہ سے انشاء اللہ آپ
آئندہ کریں گے اس کی توفیق آپ کو
بخشی جائے گی اور گو چھوٹا منہ بڑی بات ہے
لیکن کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان
کی اسلامی تاریخ میں کشمیر کے سادات کے
ایک خانوادہ کو خصوصی اہمیت حاصل

ہونے والی ہے۔"

آپ خود بتائیے کہ اس موقعہ پر مولانا نے جو کچھ فرمایا ہے، کیا اس سے مخاطب میں اپنی صلاحیت و استعداد سے کام لینے کی جرأت پیدا نہ ہوگی۔ سنگلاخ و حوصلہ فرسا وادیوں میں اُترنے کی ہمت نمایاں نہ ہوگی؟

یقیناً ایسا ہوگا کہ خام و ناپختہ کار اپنی اندرونی صلاحیتوں سے کام لینے پر نہ صرف خود کو آمادہ بلکہ مشتاق پائے گا۔

بہرحال مولانا کی تربیت کے اس خاص رُخ سے مجھ ایسے بے مایہ لوگوں نے بہت فائدہ اُٹھایا ہے، انہیں کی ترغیب و توجہ دلانے پر جب ایک ابتدائی مقالہ اصلاح کے لئے ارسال خدمت کیا گیا، تو چند روز کے بعد مقالہ کے ساتھ حسب ذیل مکتوب گرامی بھی صادر ہوا، مولانا نے ہمت افزائی کی راہ سے تحریر فرمایا کہ:۔

"کئی دن ہوئے کہ آپ کی امانت اور غیر معمولی محنت و مشقت کا ثمرہ اِس ظلوم و جہول کی آنکھوں سے گذرا، جس عمر میں آپ نے اپنی قدرتی صلاحیتوں کا ثبوت اس مقالہ کی صورت میں پیش کیا ہے، اُس کو دیکھ کر افسردہ و نیم مُردہ دل میں اُمید کی نئی لہر اُٹھنے لگی۔ حق تعالےٰ کا شُکر بجا لایا، کہ مُسلمانوں اور اسلام کی خدمت کے لئے انشاءاللہ لوگوں کو قدرت کھڑا کرتی رہے گی۔ بلا مبالغہ عرض کرتا ہوں کہ جس عمر میں آپ سے یہ کام بن پڑا ہے، یقین دلاتا ہوں کہ اس عمر میں اپنے لئے تو اسکو میں شاید معجزہ ہی قرار دیتا یہ آپ کی پہلی کوشش کا پہلا نمونہ ہے "ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات؟" بسالیکہ نکوست از بہارش پیدا۔"

اسی مکتوب میں یہ بھی تحریر فرمایا کہ:۔

"سب سے پہلے تو آپ کے اس موروثی نیازمند کا معروضہ یہ ہے کہ جس وادی میں آپ نے قدم رکھا ہے ہمت نہ ہاریئے گا اور بڑھتے ہی چلے جانے کا عزم راسخ فرما لیجئے ابتداء میں ممکن ہے نکتہ چینیاں بھی ہوں لوگ حوصلہ شکنیوں سے پیش آئیں لیکن بقول شخصے ؎

یلا نوجوانو! بڑھے جائیو!
دو جانب سے باگیں لئے جائیو

آپ ہر طرف سے آنکھیں بند کر کے اپنے کام میں لگے رہیئے، حق مقتدر و توانا سے مجھے اُمید ہے کہ بہت جلد دُنیا آپ کے مضامین و مقالات کی پیاسی ہو جائے گی کم از کم ہمیں نے تو اطمینان کی سانس لی۔ شُکر بجا لایا کہ دیوانوں کی جماعت میں ایک اچھے دیوانہ کا اضافہ ہوا"

مولانا اعزاز علی صاحب مرحوم کی سوانح تذکرۂ اعزازیہ شائع ہوئی تو احقر نے ایک نسخہ ارسال خدمت کیا، چند روز کے بعد مکتوب گرامی سے سرفراز فرمایا اور لکھا کہ:۔

"جی ہاں! بالکل غیر مترقبہ نعمت کی شکل میں آپ کے ہدیہ سنیہ سے سرافراز ہوا یعنی مخدوم و محترم مولانا اعزاز علی صاحب مدظلہ، کی سوانح عمری جو آپ نے مرتب کی ہے، تھوڑی دیر کے لئے اس کے مُطالعہ کے استغراق نے سارے غم کو غلط کر دیا۔ مولانا ممدوح کے ساتھ تقریباً چالیس سال سے عقیدت و نیاز کا جو تعلق رکھتا ہوں اس تعلق کی تجدید بھی ہوئی اور بڑی مسرت

اس کی ہوئی ہے، جانے والوں کے بعد حق سبحانہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ کام کرنے والے انشاء اللہ اُن کی جگہ پر آجائیں گے "باطل" کے مقابلہ میں "حق" کی صف میں جو خلا پیدا ہو رہا ہے یہ خلا انشاء اللہ خلا باقی نہ رہے گا، آپ ایسے ہونہار نوجوانوں کے ساتھ دل کی توقعات وابستہ ہوگئیں، آپ کا یہ کام آپکے روشن مستقبل کی ضمانت ہے، جس خوبی اور سنجیدگی کے ساتھ آپ نے اِس "نقش اول" کو کاغذ پر ثبت کیا ہے ممکن ہے، کہ آپ کی نظر میں ابھی اس کی چنداں قیمت نہو لیکن نوجوانوں کی تربیت و تعلیم کا تجربہ جو رکھتے ہیں وہی کچھ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس آغاز کے پیچھے کتنا شاندار انجام جھانک رہا ہے۔"

صرف یہی نہیں بلکہ حضرت مولانا نے اسی تذکرۃ الاعزاز کے مطالعہ کے بعد برادر محترم مولانا سید محمد ازہر شاہ صاحب قیصر کو ایک مکتوب میں تحریر فرمایا کہ :۔

"بھائی میاں انظر سلمہٗ نے "تذکرۃ الاعزاز" لکھ کر اپنی پوشیدہ صلاحیت کا ایک زندہ ثبوت پیش کیا ہے صرف نام پر ذرا دل رکا علم پر الف لام کچھ ٹھیک معلوم نہوا، حیاتِ اعزاز، کردارِ اعزاز، اعزاز کی زندگی، شیخ الفقہ والادب میں کوئی کسر نہ تھی، ان کو نہ لکھا آپ سے عرض کر دیا، ان کی فرمائش پر ایک پروگرام لکھ کر بھیج رہا ہوں، ان کی تربیت کی طرف آپ کی توجہ کی خصوصی ضرورت ہے، بڑا ہونہار جوہر ہے، خدا نہ کرے کہ لاپروائی کا شکار رہ جائے۔"

مولٰنا کی تربیت کا یہ خاص رُخ و انداز تھا جس کی جانب میں نے اشارہ کیا، معاذ اللہ اپنی قصیدہ خوانی مقصود نہیں، نہ کبھی مرحوم کے ان وقیع کلمات سے ہمہ دانی کا واہمہ ہوا، بلکہ اس کے برعکس میں تو انکے دامنِ علم و کمال سے اپنی وابستگی کو اپنے لئے فخر و مباہات کا باعث سمجھتا ہوں اور ان کے یہ بلند کلمات میرے لئے طرۂ امتیاز و افتخار ہیں۔ ؎

داغ غلامیت کرد رتبہ خسرو بلند
میر ولایت شود بندہ کہ سلطاں خرید

بلکہ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ان کو خام و ناپختہ کار نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کا قابل قدر طریقہ و سلیقہ حاصل تھا، وہ اپنے نیازمندوں کی جس انداز میں حوصلہ افزائی فرماتے نفسیاتی طور پر اس کا گہرا اور منفعت بخش اثر نمایاں ہوتا، دوسروں کے متعلق کیا عرض کروں، خود اپنے بارے میں کہہ سکتا ہوں کہ اگر وہ اس انداز سے ہمت افزائی نہ فرماتے تو بلا مبالغہ عرض ہے کہ مجھکو کبھی قلم اُٹھانے کی بھی ہمت و جرأت نہ ہوتی، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ مرحوم کمزوریوں سے صرفِ نظر فرماتے، نہیں بلکہ وہ ایک کامیاب و تجربہ کار مربی کی طرح نقائص و کوتاہیوں پر توجہ دلاتے رہتے تھے بلکہ اس سلسلہ میں اپنے خیال میں اپنی بعض کمزوریوں پر بھی اُن کی نظر تھی۔ احقر نے اپنا ایک طویل مقالہ اصلاح کے لئے ارسال کیا جس میں ژولیدہ بیانی کافی حد تک تھی، تو مولٰنا نے گرفت فرمائی اور لکھا کہ :۔

"اس کے ساتھ آپ کی خدمت میں ایک اور بات عرض کرنی ہے، خاکسار کی کتاب "تعلیم و تربیت" کے متعلق معلوم ہوگا کہ صرف بیس دن کی محنت میں لکھی گئی اور وہ بھی نجانی طور پر قلم سے نکل پڑی اسی کا نتیجہ ہے جیسی کہ چاہئے، ترتیب کے لحاظ سے کتاب میں کافی نقص رہ گیا اگرچہ ہمارے احباب نے کافی مروت سے کام لیا

اور کتابت کی اس کمزوری کو اچھالا نہیں یہ آپکی مہربانی ہے مگر عیب بہرحال عیب ہے میں ہرگز نہ اجازت کسی کو دے سکتا ہوں اور نہ مشورہ دوں گا کہ میرے نقص کی لوگ پیروی کریں"

مکتوب گرامی کے اس اقتباس سے معلوم ہوگا کہ وہ نوجوانوں کو غلط فہمی میں مبتلا کر کے ناقص بنانے کے مجرم نہیں تھے بلکہ معائب و کوتاہیوں پر بھی توجہ دلاتے اور سخت گرفت کرتے تھے، لیکن ہمت افزائی کی راہ سے مستعد طلباء سے جو کام بن پڑتا، ضرور لیتے، رحمہ اللہ تعالےٰ۔

اس کے ساتھ وسیع النظر، وسیع الحوصلہ اس درجہ تھے کہ غیر اسلامی علوم سے بھی استفادہ کرنے پر زور دیتے بلکہ ایک حد تک اصرار فرماتے تھے، ایک مکتوب گرامی میں دریافت فرمایا کہ "تم نے اب تک کیا پڑھا ہے؟" تفصیل تحریر کی گئی تو جواباً لکھا، کہ:-

"لاہور یونیورسٹی کے مشرقی امتحانات کے متعلق تو یہی عرض کروں گا کہ آئندہ اپنے تعلق کو کبھی ظاہر نہ کیجئے گا بجائے احترام میرا احساس یہی ہے کہ علم کے دامن پر ان امتحانوں کی طرف انتساب شاید کوئی داغ ہی بنتا ہے، خود سوچئے ذرا ان تعبیروں کو، کوئی کیسے مولوی فاضل مولٰنا انور شاہ یا منشی فاضل مولٰنا اشرف علی تھانوی دل تو دل کان بھی شاید اسکو برداشت نہیں کر سکتے، البتہ انگریزی زبان کے سیکھنے، پڑھنے میں آپ کا مبارک و مسعود وقت جو صرف ہوا، مجھے تو اسلام اور مسلمانان ہند کے لئے یہ فال نیک نظر آرہا ہے، اور مجھے امید ہے کہ انگریزی میں جس حد تک ممکن ہو آئندہ بھی اپنی قابلیت کو بڑھاتے ہی چلے جائیں گے۔"

انگریزی حاصل کرنے پر ان کو اس درجہ اصرار تھا کہ اپنے اکثر مکتوب میں اس طرف شدت سے متوجہ فرماتے تھے، ایک دوسرے سرافراز نامہ میں لکھا کہ:-

"یاد پڑتا ہے انگریزی میٹرک تک آپ نے پڑھی تھی پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ جو شد بد بھی انگریزی میں میسر ہو چکی ہے بجائے گھٹانے کے اس کو بڑھائیے، حال ہی میں "الفرقان" میں مولٰنا نعمانی نے آپ کے والد ماجد قبلہ قدس سرہ کا خیال نقل کیا ہے کہ "اسلام کی خدمت اس زمانہ میں انگریزی دانی کے بغیر مشکل ہے" خاکسار نے بھی نظام تعلیم و تربیت میں شاہ صاحب کا کوئی قول اس سلسلہ میں نقل کیا ہے، سچ تو یہ ہے کہ انگریزی کے ساتھ تھا اب تو ہندی بھاشا بلکہ سنسکرت تک کی ضرورت اسلامی دین کے خدام کو پیش آگئی۔"

آن غیر اسلامی علوم سے استفادہ کرنے کا مشورہ ضرور دیتے لیکن اس کے ساتھ ہی خالص اسلامی زندگی کو اختیار کرنے اور اسلامی عادات و اخلاق کو شعار بنانے پر زور دیا جاتا، اپنے ایک مکتوب میں اسی عاجز کو تحریر فرمایا کہ:-

"آپ اپنا کام کئے جائیے، کام سے مراد یہ ہے کہ تحصیل علم کی عمر جب تک ہو، اس کو تحصیل میں بسر کرنا چاہیئے علوم کے ساتھ ساتھ اپنی اسلامی زبانیں عربی و فارسی، اردو کے ساتھ یورپ کی کسی ایک زبان میں بھی کم از کم اتنی لیاقت حاصل ہو جائے کہ جو کتابیں عام معلومات کے متعلق اس زبان میں ہوں ان تک رسائی آسان ہو، اور آخری بات اس سلسلہ میں یعنی دینی خدمت کی راہ میں

یہ ہے کہ جس حد تک تقویٰ و اخلاص سے قریب تر
رہنا ممکن ہو اس کی کوشش سے کبھی غفلت نہ کرنی
چاہئے، واتقوا اللہ ویعلمکم اللہ۔ ان
تتقوا اللہ یجعل اللہ لکم فرقانا۔"

غیر اسلامی زبانوں کو سیکھنے کا یہ اصرار بلیغ دیکھکر کہنا پڑتا ہے کہ وہ خالص علم نواز انسان تھے کہ گم شدہ حکمت کو تلاش کرنے کے لئے ان کی جستجو کا دائرہ بیحد وسیع تھا یہانتک کہ اختلاف مذہب و مشرب کی دیواریں بھی اس استفادہ کی راہ میں حائل نہ ہوتیں، اسکے ساتھ مولٰنا مرحوم کی تعلیم و تربیت کا ایک مرکزی جوہر ان کی اپنے متعلقین کے ساتھ بے پناہ شفقت و اخلاص سے نیازمندوں کو ماحول کی ناسازگاری سے ستیز اور مایوس کن حالات سے شکست کھانے کے بجائے پامردی کے ساتھ مقابلہ کی دعوت و ترغیب فرماتے تھے، راقم الحروف نے اپنے ایک عریضیہ میں گردو پیش کے ہمت شکن حوادث کا ذکر کیا تو ان کا قلب مبارک بے چین ہو گیا اور اپنے خاص انداز میں عزم و حوصلہ کو بروئے کار لانے کی یوں ترغیب دی، لکھا کہ:۔

"یوں تو اسلام پر غربت کے بہت سے دور آچکے ہیں
لیکن نا آشنائی جو غربت کا صحیح ترجمہ ہے آج اسلام
کے متعلق جتنی بڑھتی چلی جا رہی ہے اس کا اقتضاء
یہ ہے کہ ہر چیز سے کنارہ کش ہو کر اپنی ساری توانائیوں
کو اسلام کے روشناس کرانے میں لگا دیا جائے
خواہ اس راہ میں کچھ بھی پیش آئے لیکن قدم پیچھے
نہ ہٹیں، آپ کے قلب مبارک میں قلمی کاروبار کا
جو جذبہ پیدا ہوا ہے میرا خیال تو یہی ہے کہ وہ
نفسیاتی نہیں بلکہ الہامی و ملکوتی ہے کھٹکا اگر کچھ
ہے تو اسی کا کہ نو عمری کی وجہ سے کہیں آپ کے
قدم میں زمانہ کے حالات لغزش نہ پیدا کر دیں"

اس کے بعد مولٰنا نے اسلامی تاریخ کی ایک طویل داستان، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر عام انسانوں کی مشکلات و مصائب کے دل دوز واقعات اور ہمت شکن حوادث کے مقابل ارباب عزیمت کے استقلال کے حیرت افزا قصے سُنا کر آخر میں تحریر فرمایا کہ:۔

"اس کے بعد آپ سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اپنے آپ کو
ان حالات سے نہیں بلکہ حالات سے پیدا ہونے
والے احساسات سے محفوظ کر لینے کی صلاحیت اگر
پیدا کر چکے ہیں تو پھر کام کا میدان تو حد سے زیادہ
وسیع ہے ہم لوگ جو اب دُنیا سے رخصت ہو رہے
ہیں، یہی کہتے ہوئے رخصت ہو رہے ہیں کہ ؎
"بہت نکلے میرے ارمان مگر پھر بھی کم نکلے"

غرضیکہ حضرت مولٰنا گیلانی کی موت اس کارگاہ حوادث کا ایک معمولی حادثہ و واقعہ نہیں بلکہ ان کی موت علم و ادب، فضل و کمال تحقیق و تدبر کی موت ہے، ایک دبستان علم و فکر کا ختم ہو جانا اور ایک مکتبۂ تعلیم و تربیت کا انہدام ہے، ایک زبردست مربّی، مخلص بزرگ اور محبت و شفقت کا پیکر اُٹھ گیا، علوم کا خزانہ خاک میں مل گیا، چالیس سال سے جس کے قلم کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی وہ علم پاش اور گوہر نواز قلم ٹوٹ گیا۔ میں اپنے متعلق تو کیا عرض کروں، صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ ؎

آتش اندر آشیاں بے رحم صیاداں زدند
در گلستاں مشتے خارے داشتم نہ گزاشتند

کاش کہ مکتبہ برہان دہلی مرحوم کے ان مکتوبات ہی کی اشاعت کا سروسامان کر دے جو تحقیقات علمیہ سے مالا مال اور سالہا سال کے تعلیمی و تربیتی تجربہ کے آئینہ دار ہیں، وقت کی یہ سب سے بڑی ضرورت ہے ہندوستان کے علمی حلقے اس طرف توجہ کریں۔

جانیوالے پر خدا کی رحمت سایہ فگن ہو اور اس نجیب و کریم پر بلا پایاں کرم و التفات کی ضیا پاشیاں ہوں ؎

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے + سبزۂ نو رستہ اس گھر کی نگہبانی کرے